کسبِ مال کے حلال و حرام ذرائع

مفتی سید صابر حسین

ابتدائیہ

حدیثِ پاک میں ہے کہ قیامت کے روز ہر ابنِ آدم سے پانچ سوال کئے جائیں گے ،جن کے جواب دیئے بغیر وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکے گا: اُن پانچ سوالوں میں سے دو کا تعلق مال کمانے کے ذرائع (sources of Income) اور اُن کے مصارف (expenditures) سے ہوگا۔۔ ہر شخص سے یہ پوچھا جائے گا کہ اُس نے مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اگر اُس نے مال حلال وطیب ذرائع سے حاصل کر کے جائز جگہوں میں خرچ کیا ہوگا ،تو اُس کی بچت ہوجائے گی وگرنہ وہ عتابِ الٰہی کا شکار ہوجائے گا۔ لہٰذا ہر ایک پر یہ لازم ہے کہ وہ دنیا میں آمدنی کے حلال وحرام تمام ذرائع کے بارے میں واقفیت حاصل کرے اور صرف اُن ذرائع کو اختیار کرے ،جو حلال و طیب ہیں اور اپنی محنت کی کمائی کو صرف اُن ہی کاموں میں صرف کرے ،جن کی شریعتِ مطہرہ نے اجازت دی ہے۔ اِس عمل سے اُس کی نجاتِ دنیوی و اخروی یقینی ہوجائے گی۔ رزقِ حلال کا حصول اس لئے بھی ضروری ہے کہ تمام عبادتوں کی قبولیت کا انحصار بھی اِس پر ہے۔ اس اہم حقیقت کو صحیح بخاری کی ایک حدیث مبارکہ میں ایک خوبصورت اور دلآویز مثال کے ذریعے واضح کیا گیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا شخص جس کی غذا، پانی اور لباس حرام سے حاصل کردہ ہو،تو اُس کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر چہ وہ کعبے کے غلاف سے چمٹ کر دُعا کر رہا ہو حالانکہ ایسے مقام پر دُعا ردّ نہیں ہوتی۔

حلال وحرام کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اگر بندۂ مومن اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرتے ہوئے حلال کو اختیار کرتا ہے ،تو یہ حلال اُسے حرام سے لاپرواہ اور بے نیاز کردیتا ہے۔ علاوہ ازیں اِسلام کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اگر وہ مومن کو کسی چیز یا کام سے روکتا ہے ،تو اُس کا بہتر متبادل بھی عطا کردیتا ہے اور اپنے ماننے والے کو بندگلی میں محصور نہیں کرتا۔ مثلاً اگر اِسلام نے سود کو حرام وممنوع قرار دیا ،تو مشارکت، مضاربت ،خرید وفروخت ،اور

مزارعت و مساقات کی صورت میں سود کا بہترین متبادل بھی عطا کردیا جو لوگ سود کے ذریعے حرام مال کماتے تھے وہ ان متبادلات کو اختیار کرکے حلال و طیب مال حاصل کرسکتے ہیں۔ ریشم کا لباس مردوں پر حرام کیا تو اس کے بدلے میں اُون اور روئی کی نعمت عطا کردی تا کہ مرد اِن سے خوبصورت لباس بنا کر زیب تن کرسکیں۔ زنا کو حرام و فحاشی قرار دے کر اُس کی جگہ نکاح کا پاکیزہ اور سنتِ نبوی پر مشتمل طریقہ عطا کردیا، شراب کو حرام اور اُم الخبائث قرار دے کر انواع و اقسام کے مشروبات مباح و جائز کردیئے الغرض یہی معاملہ دیگر حرام اشیاء میں بھی نظر آئے گا۔

ذرائع آمدنی کی اہمیت ہمیشہ سے مسلّم رہی ہے اور اکابرین اُمت نے رزقِ حلال کے حصول اور حرام سے اجتناب میں انتہائی کوششیں کیں اور ہمیشہ حلال کو حرام پر ترجیح دی۔ لیکن فی زمانہ اس کی اہمیت میں اور بھی اضافہ ہوگیا ہے کیونکہ آج وہ زمانہ آچکا ہے، جس کی پیش گوئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں پہلے دے دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ایک زمانہ آئے گا، جس میں لوگوں کو اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ مال حلال سے کمارہا ہے یا حرام سے۔ ان کا اوّلین مقصد مال کا حصول ہوگا۔ لہٰذا ایسے وقت میں خود کو حرام سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ذرائع آمدنی اور اُن کے اَحکام کا جاننا ضروری ہے۔

زیرِ نظر مقالہ بنام ''کسبِ مال کے حلال و حرام ذرائع'' دراصل اپنے زمانے کے مجدِّد اور فقیہ مولانا احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک فتویٰ بنام ''خیر الآمال فی حکم الکسب والسؤال'' کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔ یہ فتویٰ اُن کے مجموعۂ فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ طبعِ جدید'' کی جلد نمبر 23 صفحہ نمبر 603 تا 621 میں موجود ہے۔ اس میں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف مواقع پر کسب یا کمائی کی کوشش اور اُن کے شرعی اَحکام کے بارے میں کیے گئے سوال کا جواب تحریر کرتے ہوئے، کسب مال (مال کمانے) کی نو (9) مختلف صورتوں کو بیان کیا اور ساتھ ہی اُن کے شرعی احکام بھی بیان کردیئے ہیں کہ وہ کس وقت حلال ہے اور کب حرام اور کن صورتوں میں مکروہ تحریمی ہوگا اور کن میں مکروہ تنزیہی اور کسبِ مال کب مباح ہے اور کب مستحب اور مندوب ہوگا۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتویٰ کے آغاز میں کسب یعنی کمائی کے بارے میں دو اہم اُمور کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''کسب مال میں ایک امر یہ ہے کہ مال کہاں سے کمایا جارہا ہے یعنی اس کا مبدء (origin) کیا ہے؟

اور دوسرا یہ کہ اس کمائی کا مقصد (objective) کیا ہے؟''

پھر ان میں سے ہر ایک پر درج ذیل نو میں سے کوئی نہ کوئی حکم مرتب ہوگا چاہے وہ ذاتی طور پر ہو یا عارضی طور پر۔ فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، مکروہ، مکروہِ تنزیہی، اساءت، مکروہ تحریمی اور حرام۔ اس کے بعد قرآن وحدیث مبارکہ اور فقہاءِ کرام کی آراء کی روشنی میں پہلے ذرائع آمدنی کی نو صورتوں کو بیان کیا اور پھر اُن کے حصول کے مقاصد کو۔ ذیل میں اُن اُمور کو موجودہ حالات کے تناظر میں قدرِ تفصیل سے تحریر کیا جارہا ہے:

(۱) حرام ذرائع:

حرام ذرائع آمدنی یہ ہیں:

(الف) غصب:

کسی دوسرے کے مال پر ناحق قبضہ کرنا غصب کہلاتا ہے۔ اگرچہ غصب کی مختلف صورتیں ہیں، لیکن اُن میں سے معروف صورت زمین یا پلاٹوں پر قبضہ کرنا ہے۔ اَحادیثِ مبارکہ میں بھی غصب کی جو مذمت ملتی ہیں، اُن میں بھی بطورِ خاص زمین ہی کا تذکرہ ہے۔ زمین پر قبضہ کرنے والوں کو ''قبضہ مافیا(land grabbers)'' کہا جاتا ہے، جن کا کام دوسروں کی جائداد و زمین اور گھر پر قبضہ کر کے اُنہیں اپنی ملکیت قرار دینا ہے۔ اِس ظلم میں بعض اَوقات اُنہیں باقاعدہ سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے، پولیس افسران اور دیگر محکموں کے بعض مفاد پرست افراد اِن قبضہ مافیا سے رشوت لے کر اُن کی معاونت کرتے ہیں اور اس طرح کوئی بھی شخص اُن کے ظلم کا شکار ہوکر اپنی جمع پونجی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ فروخت شدہ زمین کو دھوکے کے ذریعے آگے فروخت کردینا بھی غصب ہی ہے۔ اب تو ایسے گروہ بھی منظرِ عام پر آچکے ہیں، جن کی آپس میں ملی بھگت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک زمین پر قبضہ کرتا ہے اور دوسرا اُس سے زمین چھڑانے پر زمین کے مالک سے بھاری رقم لیتا ہے اور پھر بعد وہ دونوں یہ رقم آپس میں تقسیم کرلیتے ہیں۔

غصب کی ایک صورت کسی کی مہنگی زمین یا جائداد کو دھونس و دھاندلی اور ڈرا دھمکا کر کم قیمت میں حاصل کرنا بھی ہے۔ اسی طرح عوام کی فلاح و بہبود اور تفریح کے لئے قائم پارکوں، اسکولوں اور دیگر عوامی جگہوں پر شادی ہال یا عمارت تعمیر کرلینا جیسا کہ آج کل بہت ہورہا ہے، یہ بھی

غصب ہی کی ایک صورت ہے۔ غصب کے ضمن میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ بعض بااثر لوگ اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے مسجد، مدرسہ یا کسی فلاحی کام کے لئے زمین الاٹ کرا لیتے ہیں اور پھر اُن پر اسکول، کالج یا شادی ہال وغیرہ تعمیر کر کے اُنہیں کمرشل بنیادوں پر چلاتے ہیں اور منافع خود رکھتے ہیں۔ یہ بھی غصب ہی کی ایک صورت ہے۔ ملک بھر میں ایسے بہت سارے اسکولز، کالجز اور شادی ہالز موجود ہیں۔ حال ہی میں سندھ حکومت کے محکمہ بلدیات کے تحت ایسی بہت ساری عمارتوں اور اسکولوں کو مسمار کیا گیا ہے۔

کچھ عرصے سے ''چائنا کٹنگ'' کی اصطلاح بہت سننے کو مل رہی ہے، دستیاب معلومات کے مطابق بااثر لوگ چائنا کٹنگ کے ذریعے پارک یا رفاہی پلاٹ کے کچھ حصے پر قبضہ کر کے اُن پر تعمیرات کر لیتے ہیں، جنہیں بعد میں فروخت کر کے پیسے کماتے ہیں۔ اگرچہ یہ صورت پورے ملک میں مختلف ناموں سے پائی جاتی ہے لیکن خاص طور پر کراچی میں یہ صورت عام ہے اور یہیں سے اسے سب سے زیادہ شہرت ملی ہے۔ غصب کی یہ صورت بھی دیگر صورتوں کی طرح ناجائز وحرام ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم ہے کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین پر ناجائز قبضہ کیا، تو کل قیامت کے دن اُسے سات زمین اور آسمانوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

(ب) رشوت:

حرام کمائی میں رشوت بھی شامل ہے۔ رشوت دراصل میرٹ کا گلہ گھونٹنے اور حق دار کو اُس کے حق سے محروم کرنے کا دوسرا نام ہے۔ سرکاری افسران رشوت لے کر انتہائی اہم اور حساس نوعیت کے حامل عہدے نااہلوں کو دے دیتے ہیں۔ کئی لوگ اپنی من پسند پروجیکٹ حاصل کرنے کے لئے رشوت دیتے ہیں اور پھر رشوت میں دی گئی رقم اپنی پروڈکٹ کی قیمت بڑھا کر یا پھر پروجیکٹ میں ناقص مال استعمال کر کے نکالتے ہیں۔ مہنگائی میں موثر بااضافے کی ایک وجہ یہ بھی ہے، کیونکہ رشوت دینے والا اپنی رقم مصنوعات یا اپنی خدمات کی قیمت بڑھا کر وصول کر لیتا ہے۔ رشوت کے بارے میں ایک عام تاثر یہ ہے کہ رشوت لینے والا ہی مجرم ہے۔ اسی وجہ سے رشوت دینے والے کو اکثر لوگ برا نہیں کہتے۔ حالانکہ حدیث مبارک میں نہ صرف رشوت لینے والے بلکہ رشوت دینے والے کو بھی جہنمی قرار دیا گیا ہے۔

اِمام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ رشوت کی مختلف صورتوں اور اُن کے حکم کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''رشوت لینا مطلقاً حرام ہے، کسی حالت میں جائز نہیں، جو پرایا حق دبانے کے لئے دیا جائے رشوت ہے۔ یوہیں، جو اپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو دیا جائے، رشوت ہے۔ لیکن اپنے اُوپر سے دفعِ ظلم کے لئے جو کچھ دیا جائے دینے والے کے حق میں رشوت نہیں یہ دے سکتا ہے لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اِسے لینا حرام، (فتاویٰ رضویہ طبعِ جدید، جلد: 23، صفحہ نمبر 597)۔

ہمارے ہاں مختلف محکموں میں جب آسامیاں آتی ہیں، تو دیکھا گیا ہے کہ راشی اَفسران قابلیت ہونے کے باوجود لوگوں کو نوکریاں بغیر رشوت لئے نہیں دیتے۔ اُنہوں نے عہدوں کی نوعیت کے اعتبار سے رشوت کا ریٹ مقرر کیا ہوتا ہے۔ اس صورت میں ایک حقدار مطلوبہ رقم فراہم نہ کرے، تو اُسے اُس کا حق نہیں ملتا، لہٰذا ایسی صورت میں پہلی ذمہ داری تو اَربابِ اختیار کی ہے کہ وہ ایسے راشی اَفسران کے خلاف سخت تادیبی کاروائی کریں اور اُن کے لئے قرار واقعی سزا مقرر کریں تاکہ حق دار کو اُس کا حق بغیر کسی رکاوٹ اور رشوت کے بآسانی مل سکے۔ اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہو اور کوئی حقدار اپنا واقعی حق لینے کے لئے اِن افسران کو کچھ دیتا ہے، تو اِمام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کے مذکورہ بالا فتوے کے مطابق وہ اس کے حق میں رشوت نہیں ہے بلکہ لینے والے کے لئے رشوت ہے، جو کہ ناجائز و حرام ہے۔ دینے والے کو رشوت دینے کا گناہ نہیں ہوگا۔

شرعی اور ملکی قانون کی رُو سے جس طرح رشوت لینا ناجائز و ممنوع ہے، اسی طرح رشوت دینا بھی ناجائز و ممنوع ہے۔ لہٰذا اِس اعتبار سے دونوں دنیاوی و اُخروی اعتبار سے قابلِ گرفت ہیں۔ جس طرح رشوت لینے والے کا جرم ثابت ہونے پر احتساب ضروری ہے اور اُسے قرار واقعی سزا دینی چاہئے تاکہ دوسروں کے لئے درسِ عبرت بنے، اسی طرح رشوت دینے والے اور برملا دینے کا اعتراف کرنے والا بھی مجرم ہے۔ جیسا کہ کئی لوگوں کی جانب سے اپنے منصوبہ جات کو منظور کرانے کی غرض سے رشوت دینے کا برملا اعتراف کیا گیا۔ تعجب کی بات ہے کہ اُن کے اس بیان پر کسی نے کوئی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا۔

ہمارے ملک میں باقاعدہ ''محکمہ انسدادِ رشوت ستانی'' قائم ہے اور اس ادارے کے انتظام و اِنصرام کے لئے افرادِ کار بھی مقرر ہیں، ہر سال باقاعدہ اس کا بجٹ بھی پاس ہوتا ہے، جس

کے اخراجات لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں میں ہوتے ہیں۔لیکن دیگر محکموں کی طرح یہ بھی پوری طرح فعال نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں رشوت کا بازار گرم ہے ،لوگوں کے جائز کام بھی رشوت کے بغیر نہیں ہوتے۔ ایک عام کلرک سے لے کر افسرانِ بالا (الا ماشاء اللہ) تک اس ناسور میں مبتلا ہیں۔نت نئے ناموں سے رشوت لی جارہی ہے۔لہٰذا اربابِ اقتدار کو چاہئے کہ وہ اس جانب بھرپور توجہ دیں تاکہ میرٹ کا مزید قتل نہ ہوسکے اور حقدار کو اُس کا حق مل سکے۔

انسدادِ رشوت ستانی کی مہم کا چلانا صرف اربابِ اقتدار کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ اِس کا دائرۂ کار عوام اور دیگر ذمہ داران تک وسیع کیا جانا چاہیے۔ اسکول و کالج میں طلباء و طالبات کو رشوت کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا جائے۔قرآنِ مجید اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی جو مذمتیں آئی ہیں، اُنہیں اُن سے آگاہ کیا جائے۔تاکہ مستقبل کے یہ نونہال جب کسی سرکاری یا غیر سرکاری عہدے پر فائز ہوں ،تو رشوت سے دور رہیں اور ملک و قوم کی ترقی میں حقیقی کردار ادا کرسکیں۔اِسی طرح پرنٹ اور الیکٹرک میڈیا پر رشوت کے نقصانات پر مبنی پروگرامز دکھائے جائیں۔ مزید برآں ہر سیاسی جماعت، چاہے اُس کا تعلق حزبِ اقتدار سے ہو یا حزبِ اختلاف سے، انسدادِ رشوت ستانی کو اپنے منشور کا حصہ بنائے اور اِس کے لئے عملی اقدامات بھی کرے۔ وہ افراد یا ادارے، جو معاشرے سے رشوت کو دور کرنے میں عملی کردار ادا کررہے ہیں ،اُن کی حوصلہ افزائی کے لئے حکومت کی جانب سے تعریفی اسناد (certificates of appriciations) اور انعامات کا اعلان کیا جائے۔ رشوت خوروں کے خلاف انتہائی سخت رویہ اختیار کیا جائے اور جرم ثابت ہونے پر اُنہیں قرارواقعی سزادی جائے تاکہ دوسرے لوگوں کے لئے وہ نشانِ عبرت بن جائیں۔

(ج) چوری:

حرام کمائی کے ذرائع میں چوری ایسا عمل ہے ،جس کے مرتکب کے لئے سزا کے طور پر ہاتھ کاٹنے کی سخت ترین حد (punishment) بیان کی گئی ہے۔کسی کے مال کو اُس کی بے خبری کا فائدہ اُٹھاکر اُچک لینا چوری ہے اور اگر کسی کا مال اُس کی موجودگی میں چھین لیا جائے تو یہ ڈاکہ زنی ہے اور یہ بھی کسبِ مال کا حرام ذریعہ ہے۔ چوری اور رہزنی میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے، دن دیہاڑے بازاروں ، سڑکوں ،بسوں اور بینکوں میں ڈاکے ڈالے جارہے ہیں ۔ بے خوفی کا عالم یہ ہے

کہ چوری اور ڈاکہ زنی کا مال کھلے عام بازاروں میں فروخت ہورہا ہے۔ اگر کوئی پکڑا بھی جائے ،تو رشوت دے کر بآسانی چھٹکارہ حاصل کرلیتا ہے۔ ذمہ داران کی یہ روش چوری چکاری میں اضافہ کا باعث بن رہی ہے۔ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ چوری اور ڈاکے کے مال میں چونکہ چور یا ڈاکو کی ملکیت قائم نہیں ہوتی ،لہٰذا اگر کوئی چوری یا ڈاکے کا مال خریدتا ہے ،تو اُس کے لئے وہ مال لینا جائز نہیں اور نہ ہی خریدنے والا ایسے مال کا مالک بنتا ہے۔ ہمارے ہاں لوگ قیمت کم ہونے کی وجہ سے اِس کا خیال نہیں رکھتے اور چوری کا مال جان بوجھ کر خرید لیتے ہیں۔

(د) سود:

سود دراصل معاشی استحصال کی بدترین صورت ہے، جس میں کوئی شخص کسی غریب یا ضرورت مند کو قرض دے کر قرض پر دی گئی اصل رقم سے زیادہ رقم پہلے سے طے شدہ تناسب یا فیصد کے مطابق حاصل کرتا ہے۔ واضح رہے کہ سود صرف رقم کی صورت میں نہیں ہوتا بلکہ کسی شئے (kinds) یا خدمات (services) کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی کسی کو قرض اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ مقروض سے اصل رقم کے ساتھ کوئی چیز یا مقروض خدمات بھی لے گا ،تو یہ بھی سود ہی میں شمار ہوگا۔

سود لینا کس قدر ناپسندیدہ عمل ہے کہ اِسے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی جنگ قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں اگرچہ سینکڑوں گناہوں کی مذمت بیان کی گئی ہے ،لیکن جس قدر سخت رویہ سُود کے بارے میں ہے، کسی اور گناہ کے لئے نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق سود کے ستر گناہوں میں سے کم تر اپنی ماں سے نکاح کرنے کے برابر ہے۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کی مروّجہ تمام صورتیں حرام ہے ،جن میں مہاجنی سود اور کاروباری مقاصد کے لئے دی گئی رقم پر لیا گیا سود بھی شامل ہے۔ لہٰذا سود کے ذریعے حاصل شدہ رقم بھی حرام ہے۔ سود کے ضمن میں یہ بات بھی بہت ہی اہم ہے کہ ایک حدیث مبارک میں سود لینے والے کے علاوہ دینے والے ، اِسے لکھنے والے اور خود کو بطورِ گواہ پیش کرنے والے سب پر لعنت بھیجی گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں۔

آج دنیا کی معیشت کا زیادہ تر انحصار سود پر ہے۔ روایتی بینکاری

نظام(Conventional Banking System) میں سود کا کاروبار وسیع پیمانے پر کیا جارہاہے اور بدقسمتی سے ہمارے ملک میں بھی روایتی بینکاری سود ہی پر قائم ہے۔ حالانکہ اِس ملک کو وجود میں لانے کا سب سے اہم مقصد یہاں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بغیر کسی رکاوٹ کے نافذ کرنا تھا اور جس کے معرضِ وجود میں لانے کے تقریباً ایک سال بعد اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ ملک کا معاشی نظام اسلام کے دیئے ہوئے اُصولوں پر قائم کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں اسی ملک کا 1973ء کے متفقہ آئین کی شق 38 (الف) میں واضح طور پر لکھا گیا کہ جتنی جلدی ہو سکے، یہاں سے سودی نظام کا خاتمہ کیا جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بلا تاخیر وتامل کے ملک میں مکمل طور پر اسلامی معاشی اُصولوں پر مبنی اسلامی بینکاری نظام کو نافذ کیا جائے

(اگرچہ ملک میں اسلامی بینکاری نظام کا قیام عمل میں آچکا ہے لیکن یہ کل بینکاری کا کم وبیش 12% فیصد ہے یعنی ابھی بھی 88% بینکاری سود پر مبنی ہے)۔ جہاں تک اسلامی بینکاری کا تعلق ہے تو قارئین کی معلومات میں اضافہ کی غرض سے یہ پیشِ خدمت ہے کہ تاریخی اعتبار سے برصغیر پاک و ہند میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے اسلامی بینکاری قائم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدارس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بنک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں، جن کا بیان کتبِ فقہ میں مفصل ہے۔(فتاوی رضویہ طبع جدید جلد:15، صفحہ:144)''۔ واضح رہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ فتویٰ 1331ھ مطابق 1912ء کو جاری ہوا اور دنیا میں سب سے پہلا اسلامی بینک 1961ء میں مصر میں قائم ہوا۔

امام احمد رضا خاں محدّثِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اِس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر رفیع اللہ صدیقی، چیئرمین بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن، حیدرآباد لکھتے ہیں کہ ''یہ نکتہ معاشی نقطۂ نظر سے اِس قدر اہم ہے کہ ہمیں مولانا احمد رضا خان کی اقتصادی سمجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ 1912ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے بڑے شہروں میں بینک قائم تھے، جن کی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی۔ برصغیر میں 1940ء تک کوئی مسلم بینک موجود نہ تھا۔

1912ء میں بینک اور بینکوں کی اہمیت کا اندازہ لگا لینا کوئی آسان بات نہ تھی لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اِس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی اور اُنہوں نے مالدار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے لئے بینک قائم کریں۔

سود کی بے پناہ مضرّت رسانیوں کے متعلق مولانا احمد رضا خان نے اپنی دیگر کتابوں میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، لہٰذا یہ امر یہاں واضح ہے کہ مولانا احمد رضا خان کی مراد ایسا بینکاری نظام تھا، جو غیر سودی بنیادوں پر اُستوار ہو،(معاشی ترقی کا راز، مطبوعہ المدینۃ العلمیۃ، صفحہ نمبر :27-28)''۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر کوئی رشوت خور یا سودی اپنے گناہ سے توبہ کرلے ،تو صرف توبہ ہی کافی ہے یا سود اور رشوت کی رقم اُس کے حقیقی مالکوں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اِس حوالے سے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

''زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہوسکتا بلکہ توبہ کے لئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے، واپس دے ،وہ نہ رہے ہوں ،اُن کے وارثوں کے دے۔ پتا نہ چلے تو اتنا مال تصدّق کردے بے اس کے گناہ سے برات نہیں، (فتاویٰ رضویہ طبعِ جدید، جلد: 23، صفحہ نمبر: 544)۔

اسی طرح اگر کوئی سود خور یا حرام مال کمانے والے کا ترکہ تقسیم کیا جارہا ہو، تو ورثاء پر لازم ہے کہ وہ سود کی رقم اور حرام مال کو ترکے میں شامل نہ کرے بلکہ اُن کے مالکان تک پہنچادیں، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ

''جس جس شخص کی نسبت معلوم ہو کہ فلاں سے اتنا مال سود یا رشوت یا غصب یا چوری میں اس کے باپ نے لیا تھا، اس پر فرض ہے کہ ترکہ سے اُتنا مال اُن لوگوں یا اُن کے وارثوں کو واپس دے اگرچہ وہ مال بعینہٖ جدا نہ معلوم ہو، جو ان ناجائز طریقوں سے لیا اور جس مال کی نسبت بعینہٖ معلوم ہو کہ یہ خاص وہی مال حرام ہے ،تو فرض ہے کہ اُسے مال غیر و غصب سمجھے اگرچہ وہ لوگ معلوم نہ ہوں ،جن سے لیا تھا پھر بحالت علم اُن مستحقوں یا اُن کے وارثوں کو دے ورنہ ان کی نیت سے فقراء پر تصدق کرے اور اگر اجمالاً صرف اتنا معلوم ہو کہ ترکہ میں مال حرام بھی ملا ہے مگر نہ مال متمیز نہ مستحق معلوم تو دیانۃً افضل احتراز اور حکمِ جواز یعنی تقویٰ اور دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرے ،تو اس کے لئے بہتر ہے، (فتاویٰ رضویہ طبعِ جدید، جلد: 23، صفحہ نمبر: 544)''۔

(ر) أمورِ محرّمہ کی اُجرت:

اُمورِ محرّمہ سے مراد زِناکاری، شراب فروشی اور گانا بجانا وغیرہ ہے۔ لہٰذا زناکاری سمیت تمام حرام کاموں کی اُجرت جیسے ناچ گانا، فحش تصویر کھینچا کر پیسے لینا نیز ناچ گانے کی کمائی، فحش نیم برہنہ اور عریاں تصویروں کو کھینچوانا اور اُنہیں آویزاں کرنا بھی حرام ہے۔ عصر حاضر میں یہ سارے قبیح افعال باقاعدہ کاروبار کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ کئی ممالک میں اِنہیں قانونی حیثیت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ ان بے ہودہ کاموں سے وابستہ افراد کو معاشرے میں ایک مقام مل چکا ہے۔ جو کچھ آج ہو رہا ہے یہ دراصل زمانۂ جاہلیت میں ہوا کرتا تھا جسے دہرایا جا رہا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں اِس گھناؤنے شعبے سے وابستہ عورتیں اپنے گھروں کی چھتوں پر جھنڈے لگا کر لوگوں کو دعوتِ گناہ دیا کرتی تھی۔ بہت سے رؤساءِ عرب اپنی باندیوں سے یہ گناہ کرا کے پیسے کماتے تھے، جن میں رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی پیش پیش تھا۔ اِس گھناؤنے جرم کا ذکر سورۂ نور کی آیت نمبر 33 میں ہے۔

زمانۂ جاہلیت کے حرام کاموں میں ایک یہ بھی تھا کہ لوگ اپنی باندیوں کو بطورِ خاص گانا گانے کا فن سکھاتے تھے، جن سے بعد میں یہ ناپسندیدہ فعل کرا کے خوب کماتے تھے، ایسی باندیوں کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کرتے تھے۔ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس عمل اور اِس سے حاصل کمائی کو حرام قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتبیعوا القینات ولا تشتروھن ولا تعلموھن وثمنھن حرام ترجمہ: گانا گانے والی عورتوں کو فروخت نہ کرو اور نہ ہی اُن کو خریدو اور نہ اُن کو یہ کام سکھاؤ اور اُن کی کمائی یا اُجرت حرام ہے، (سنن ترمذی، باب البیوع، باب ما جاء فی کراھیۃ بیع المغنیات)۔ اسی طرح کی ایک حدیث جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ گلوکاری کی کمائی حرام ہے اور گانا بھی حرام ہے۔ اس کی کمائی حرام ہے۔ اس کی کمائی کتے کی قیمت کی طرح ہے اور کتے کی قیمت حرام ہے۔ جس کا گوشت حرام سے پروان چڑھا، آگ اُس کے زیادہ لائق ہے۔

آج بھی یہ کام بے خوف وخطر ہو رہا ہے۔ جس میں الیکٹرونک میڈیا کا کردار بہت زیادہ ہے۔ اس کے ذریعے گھر گھر فحاشی وعریانیت کے اَسباب بآسانی پہنچ چکے ہیں۔ فلموں اور گانوں کے نام پر ایسے کئی چینلز (channels) موجود ہیں، جو بغیر کسی وقفے کی چوبیس گھنٹے فحاشی وعریانیت پر

مبنی پروگرامز نشر کررہے ہیں۔میڈیا ناچ گانے والوں کو قومی ہیرو بنا کر پیش کرتا ہے، اُن کی زندگی کو نمونۂ عمل (role model) قرار دیتا ہے۔ اُن کے انٹرویوز اِس طرح دکھائے اور شائع کیے جاتے ہیں کہ گویا اُنہوں نے ان برائیوں کو پھیلا کر معاشرے کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔آج گھر گھر ان برائیوں کی تشہیر اور ترسیل ہی کا نتیجہ ہے کہ قصور جیسے دلخراش اور شرم ناک واقعات رونما ہورہے ہیں۔نوجوان نسل گراوٹ و پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکی ہے۔

طرفۂ تماشہ یہ ہے کہ اِس شعبے سے وابستہ لوگ جب اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو اِسے معاذ اللہ فضلِ الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں۔ کچھ عرصے پہلے ایک فلم کی پہلی جلوہ نمائی کے موقع پر باقاعدہ تلاوتِ قرآنِ مجید ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اِرشاد فرمایا کہ وہ بے حیائی اور برے کاموں کا حکم نہیں دیتا اور حدیث مبارک میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیزوں ہی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماتا ہے۔

حرام ذرائع آمدنی میں فحش لٹریچر کی نشرواشاعت (pornography) بھی شامل ہے۔ آج فحش اور مخربِ اَخلاق مواد اور تصاویر کی نشرو اشاعت بہت بڑی انڈسٹری بن چکی ہے۔سینماہالوں اور دیگر جگہوں میں بغیر کسی رکاوٹ کے فحش فلمیں اور ڈرامے چلائے جارہے ہیں۔ انٹرنیٹ اور کیبل کے ذریعے گھر گھر فحاشی کا سامان بآسانی دستیاب ہے۔ان سے پوری قوم بالعموم اور قوم کے نونہال بالخصوص غیر اَخلاقی اور تخریبی سرگرمیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، جس سے ملک وقوم کا بہت نقصان ہورہا ہے۔ بے راہ روی اور برائی کے پھیلاؤ کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔لہٰذا اِس انڈسٹری سے وابستہ لوگ ہوش کے ناخن لیں اور اِس سے صدقِ دل سے توبہ کرکے حلال وطیب ذریعۂ کسب کا انتخاب کریں۔ حلال وطیب کمائی اگرچہ کم ہوتی ہے لیکن اُن میں برکت زیادہ اور یہ دینی و اُخروی کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔

خرید وفروخت اور کاروبار کی تمام صورتوں میں عقد باطلہ اور عقد فاسدہ قطعیہ (یعنی ایسا عقدِ فاسد جس کی وجہ فساد کو دور نہ کیا گیا ہو) سے حاصل شدہ آمدنی بھی حرام کے زُمرے میں آتی ہے۔

نوٹ: عقودِ باطلہ (void contracts) اور عقودِ فاسدہ (invalid contracts) کی تفصیل راقم کی کتاب ''سرمایہ کاری کے شرعی اَحکام'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

شراب فروشی سے حاصل شدہ رقم سے چھٹکارے کی صورت یہ ہے کہ اُسے مساکین وغرباء کو اگرچہ وہ رشتے دار ہوں، کو صدقہ کر دیا جائے، بغیر اس عمل کے توبہ قبول نہیں ہوگی۔

(2) مکروہِ تحریمی:

جیسے اذانِ جمعہ کے وقت تجارت۔مکروہ تحریمی اگرچہ حرام نہیں ہوتا تاہم یہ انتہائی ناپسندیدہ (undesirable) امر ہے۔چنانچہ جمعۃ المبارک کی پہلی آذان کے بعد خرید وفروخت اور اس سے متعلقہ تمام اُمور منع یعنی مکروہ تحریمی ہیں۔مکروہِ تحریمی کی مزید صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) سَوم علٰی سَومِ الغَیرِ یعنی کسی دوسرے کے سودے پر سودہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ اِس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے کچھ خرید رہا ہو اور اُن دونوں کے درمیان بھاؤ تاؤ (bargaining) ہو رہی ہو اور سودا مکمل ہوا ہی چاہتا ہو کہ ایک تیسرا شخص اُسے خریدنے کی پیشکش کر دے۔ یہ صورت جب ہی مکروہِ تحریمی ہوگی جب فریقین کے درمیان قیمت پر اتفاق ہو چکا ہو۔اگر قیمت پر اتفاق نہ ہوا ہو،تو یہ نیلامی کی بیع (auction) کی طرح ہو جائے گی اور اس میں تیسرے شخص کا بولی لگانا جائز ہے۔ یونہی تلقّی الجلَب ، بیعُ الحاضرِ لِلباد، تانبے یا پیتل کے زیورات فروخت کرنا، فساق کی وضع قطع پر مبنی کپڑے سینا یا جوتے وغیرہ بنانا بھی مکروہِ تحریمی ہیں۔ ان صورتوں میں غیر مسلم اور فاسق و فاجر لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی ہے۔آج ہمارے مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کے دیئے ہوئے نت نئے فیشن اِختیار کئے جارہے ہیں۔ جن میں بالوں کی کٹنگ، چہرے کی وضع قطع اور مختلف قسم مرد وخواتین کے بے ہودہ لباس شامل ہیں۔ان چیزوں سے کمانا مکروہِ تحریمی ہے۔یہاں یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی وضع قطع اور رہن سہن کو اِسلامی نہج میں استوار کرتے ہوئے اپنی شناخت برقرار رکھیں۔غیر مسلموں کی نقالی کسی بھی طور پر جائز نہیں۔ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ردالمحتار کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''چاندی کے جڑاؤ والا جوتا مرد کو پہننے کے لئے فروخت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حرام لباس میں اعانت ہے۔اور موچی کو اگر کوئی کہے میرے لئے مجوس یا فساق (علانیہ گناہ کرنے والے) کی

وضع والا جوتا بنادے یا درزی سے کہے کہ فساق والا لباس بنادے، تو ان کو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس اور فساق کی مشابہت کا سبب ہوگا۔

مکروہ تحریمی کاموں سے حاصل شدہ آمدنی کے بارے میں فقہاءِ کرام کی آراء یہ ہے کہ اگرچہ یہ حلال ہیں لیکن اپنے اندر فوائد و ثمرات نہیں رکھتے اور اس سے برکت ختم ہوجاتی ہے۔

(3) اِساءت:

اِساءت سے مراد وہ کام ہے، جسے مکروہِ تنزیہی کی طرح خلاف اولیٰ بھی نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی مکروہِ تحریمی کی طرح گناہ و ناجائز۔ کیونکہ خلافِ اولیٰ میں گناہ نہیں اور مکروہِ تحریمی میں گناہ و عقاب ہے۔ اِساءت کے مرتکب کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ اُس نے بُرا کیا اور وہ قابلِ ملامت ہے۔ اِس کا حاصل مکروہِ تنزیہی سے بڑھ کر اور تحریمی سے کمتر ہے۔

کسب کے معاملے میں اِساءت کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص نمازِ ظہر، مغرب یا عشاء کی فرض نماز پڑھنے کے بعد سنتوں سے پہلے بغیر کسی مجبوری کے خرید و فروخت کرے یا طلوعِ فجر کے بعد نمازِ فجر ادا کرنے سے قبل خرید و فروخت کرے۔ مجبوری کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اگر اُس نے سنتیں ادا کی، تو فروخت کنندہ دور چلا جائے گا یا دکان بند ہوجائے گی یا کوئی اور شخص وہ مال خرید لے گا جبکہ اُس مال کی اُسے حاجت ہے۔ اِساءت میں ہر وہ کمائی بھی آجائے گی، جس کے کرنے کی وجہ سے سنت سے دوری یا کسی سنت کی ادائیگی میں تاخیر ہورہی ہو۔ اِسی طرح عہدۂ قضاء کو قبول کرنا جبکہ اُس سے بہتر اور زیادہ علم رکھنے والا موجود ہو، اِساءت ہی کہلائے گا۔ یہی معاملہ اِمامت و خطابت وغیرہ کا بھی ہے۔

(4) مکروہِ تنزیہی:

جیسے بیع عینہ (buy back) لیکن جب ہے کہ مال فروخت کنندہ کے پاس دوبارہ نہ آئے بلکہ خریدار اُسے کسی تیسرے شخص سے فروخت کرکے اپنی ضرورت پوری کرلے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ کوئی شخص کسی ضرورت مند کو پیسے دینے کے بجائے اپنی کوئی شئے جس کی قیمت مثلاً دس روپے ہے کو ضرورت مند سے پندرہ روپے میں اُدھار فروخت کردی اور اُس نے بازار میں کسی تیسرے سے دس روپے نقد میں فروخت کردی۔ اِس طرح فروخت کنندہ کو پانچ روپے کا منافع مل گیا

اور ضرورت مند کی ضرورت بھی پوری ہوگئی اور سود بھی نہیں ہوا۔

(5) مُباح:

مباح سے مراد وہ اُمور ہیں، جن کے کرنے سے گناہ نہیں، جیسے جانور کا شکار کرنا یا دریا سے مچھلیاں پکڑنا۔ لہٰذا ان اُمور سے حاصل شدہ آمدنی بھی مباح ہوگی اور اُس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(6) مستحب:

جیسے اولیاءِ کرام یا علماءِ کرام کی خدمت کرنے کی نوکری۔ حدیث مبارک میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف شکم سیری کے عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایسی نوکری جس کے کرنے سے مخلوقِ خدا کی مدد واعانت ہوتی ہو، مثلاً چوکیداری، محکمہ انسدادِ دہشت گردی، محکمہ انسدادِ رشوت ستانی، محکمہ اَوقاف اور فوج و پولیس وغیرہ۔

(7) سنت:

کسبِ مال کا ایک سنت ذریعہ دوست احباب کے تحفے تحائف قبول کرنا اور اُنہیں تحفہ دینا بھی ہے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ دیا بھی کرتے تھے اور قبول بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک اور حدیث مبارک میں ہے کہ ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے۔

اس کے علاوہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے حکمرانِ وقت کے قائم کردہ کارخانوں اور اداروں میں اسلحہ جات بنانا اور جہاد کرنا کسب مال کا سنت طریقہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ میں کبھی غنیمت اور کبھی فَئی کی صورت میں مال حاصل ہوتا ہے۔ فقہاءِ کرام نے فرمایا کہ مال کمانے کی اَقسام میں سب سے اَفضل عمل جہاد ہے، پھر تجارت، پھر کاشتکاری اور پھر صنعت کاری ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کا پاک کسب اس کا فی سبیل اللہ تیر بنانا ہے۔

(8) واجب:

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ والدین یا ان جیسی کوئی دوسری ہستی اپنی اولاد یا کسی کو بطورِ ہدیہ

☆ نیت این است گر نمی دانی ☆ کہ نماز ت مباح گردانی ☆

یا تحفہ کچھ دیتی ہے۔ اگر اُن کا تحفہ قبول نہ کیا جائے، تو پھر اُن کو ایذاء پہنچنے یا دل شکنی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی طرف سے دی گئی چیز کو قبول کرنا واجب ہے۔ اِس سے نہ صرف اُنہیں تکلیف نہیں پہنچتی بلکہ لینے والے کو بھی مال حاصل ہو جاتا ہے۔

(9) فرض:

اُوپر والی صورت میں والدین یا اِن جیسی ہستی کو تکلیف کا پہنچنا یقینی ہو، تو ایسی صورت میں اُن کے تحفہ تحائف کا قبول کرنا واجب نہیں بلکہ فرض ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح عہدۂ قضاء کا قبول کرنا فرض ہو جاتا ہے جب اُس شخص کے علاوہ کوئی اور اُس عہدے کا اہل نہ ہو۔ اگر اُس کے علاوہ بھی کوئی اور ہو، تو پھر اُس کے لئے قبول کرنا فرضِ کفایہ ہوگا۔ اِسی مسئلے پر قیاس کرتے ہوئے اِس طرح کے دیگر مناصب کا بھی معاملہ ہے، جیسے مدارسِ دینیہ میں مدرِّس و شیخ الحدیث کا منصب، یونیورسٹیز کے مختلف مناصب، ملکی انتظام و انصرام کے مختلف عہدے و مناصب۔ بعض اوقات اہل اور قابل شخص اپنی کسرِ نفسی کی وجہ سے اِن عہدوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نااہل اور بدعنوان لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو کر ملک کا بیڑا غرق کر دیتے ہیں۔ اِس کی کئی مثالیں ہمارے اردگرد موجود ہیں کہ نااہل عہدے داران نے کس طرح ملک کو لوٹ کھسوٹ کر موجودہ حال تک پہنچایا۔ بڑی بڑی تنخواہیں اور لامحدود مراعات لینے کے باوجود ملک کے لئے سفید ہاتھی ثابت ہوئے۔ کروڑوں اور اربوں کی کرپشن کر کے ملک سے باہر چلے گئے یا ملک میں رہ کر یہاں کی دولت دوسرے ممالک میں منتقل کر دیئے۔ ایسے موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کی سنت پر عمل کر کے عہدوں کو طلب کرنا معیوب نہیں ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خداداد قابلیت پر انحصار کرتے ہوئے عزیزِ مصر کو کہا تھا کہ اِجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو اور بعد میں آپ نے اس کا حق ادا کر کے اپنے فیصلے کو درست ثابت کر دیا۔

کسبِ مال کے مقاصد یا غایت:

کسبِ مال کے حلال و حرام ذرائع کو بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے مال کے حصول کے مقاصد کو بیان فرمایا۔ اِسلام کی نگاہ میں جس طرح کسبِ مال کے ذرائع کا حلال و طیب ہونا ضروری ہے، بالکل اِسی طرح اِس کے حصول کے مقصد کا واضح اور نیک

و پسندیدہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ایک شخص اگرچہ حلال ذرائع سے مال حاصل کرتا ہے لیکن اُس کا مقصد نمود و نمائش، ناجائز جگہوں مثلاً فلم دیکھنے، جوا کھیلنے یا ان جیسے کاموں میں خرچ کرنا ہے، تو ذریعہ حلال ہونے کے باوجود مقصد کی خرابی کی وجہ سے وہ قابلِ گرفت ہوگا۔ لہٰذا ہر کمانے والے پر کسب مال کے مقاصد واضح اور جائز و مستحسن ہوں۔ ذیل میں کسب مال کے 9 جائز و ناجائز مقاصد درج کئے جا رہے ہیں:

(1) فرض:

کسب مال کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ اُس سے زندگی کی بنیادی ضرورت خوراک ولباس کا انتظام کیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نماز و روزے وغیرہ کے قابل ہو سکے۔ کیونکہ طاقت کے بغیر کے نماز و روزے کا رکھنا محال ہو جاتا ہے۔ حدیث مبارک میں جسمانی اعتبار سے مضبوط وتوانا مسلمان کی تعریف توصیف بیان کی گئی ہے۔ لباس ستر پوشی کا بہترین ذریعہ ہے اور اس کے بغیر نماز ناقابلِ قبول۔ لہٰذا اتنے لباس کا حصول جس سے کم از کم ستر پوشی کی شرط پوری ہو جائے، فرض ہے۔

اہلِ وعیال کے نان ونفقہ، قرض کی ادائیگی اور زیرِ کفالت افراد کی معاشی ضرورت پوری کرنا بھی کسب مال کا اہم اور ضروری مقصد ہے۔ اگر اُن کے لئے مال نہ کمایا جائے تو پھر وہ باہر لوگوں کے سامنے دستِ سوال پھیلائیں گے، جو کہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ قرض کی ادائیگی اس قدر اہم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیا۔ قرض ادا نہ کرنے پر قرض خواہ کئی مرتبہ عزت کے درپے ہو جاتا ہے اور عزت کی حفاظت پر مسلمان پر لازم ہے۔ لہٰذا مقروض پر یہ لازم ہے کہ وہ جتنی جلدی ہو سکے اس ذمہ داری سے عہدہ برآں ہو جائے اور یہ کسبِ مال ہی سے ممکن ہے۔ لہٰذا ان تمام صورتوں میں محنت مزدوری کر کے مال کا کمانا فرض ہے۔

ایک شخص جس پر حج فرض تھا لیکن اُس نے کوتاہی کی اور حج نہیں کیا یہاں تک کہ وہ کنگال ہوگیا، ایسے شخص پر فرض ہے کہ وہ مال کمائے اور اپنا حج فرض ادا کرے۔ بیوی کے نان ونفقہ کے علاوہ اُس کی وفات پر کفن دفن کے اخراجات شوہر پر فرض ہے اگرچہ بیوی امیر ہو۔ اگر کوئی عزیز صاحب مال نہیں ہے اور اُس کا انتقال ہو جائے، تو مسلمانوں پر اُس کے کفن دفن کے اخراجات فرضِ کفایہ ہے اور اگر ایک شخص ہی ہو، تو اُس ایک پر فرضِ عین ہے۔

(2) واجب:

بندۂ مومن پر ایسے بہت سارے اُمور کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، جو واجب ہیں اور اُن سے عہدہ برآں ہونے میں پیسے درکار ہوتے ہیں۔ جیسے نماز میں اتنا کپڑا، جس سے سترِ عورت ہوجائے فرض ہے لیکن اتنا کپڑا زیبِ تن کرنا کہ رکوع و سجود کے وقت زانو وغیرہ نظر نہ آئے واجب ہے۔ لہٰذا مقصدِ کسب میں یہ بھی شامل ہے۔ اسی طرح ہر وہ واجب عمل جس کو ادا کرنے میں مال کی ضرورت ہوتی ہے، اُس کے لئے مال کمانا واجب ہے۔

(3) سنت:

نماز میں عمامہ، جبہ یا لباسِ مسنون پہننے، اسی طرح عیدین و جمعۃ المبارک میں اچھا لباس پہننے اور خوشبو و سرمہ لگانے کے لئے کمانا سنت ہے۔ مسجد کی تعمیر و توسیع کے لئے، رشتے داروں کے ساتھ صلہ رُحمی، دوست احباب کو تحفہ و تحائف، مساکین و غرباء، یتیم و بیوہ عورتوں اور مہمانوں کی تواضع کے لئے کمانا بھی سنت ہے۔ فقہاءِ کرام نے فرمایا کہ ایک تہائی پیٹ کی مقدار کھانے کے حصول کے لئے محنت و مشقت کرنا بھی سنت ہے۔

(4) مستحب:

ایسے اُمور کے لئے کمانا، حصولِ علم اور ادائیگیِ نوافل وغیرہ میں معاون ثابت ہوں، مستحب ہے۔ علاوہ ازیں مخلوقِ خدا کی آسانی کے لئے راستے میں پانی کی سبیل لگانے، اسپتال یا سرائے وغیرہ قائم کرنے کی نیت سے کمانا بھی مستحب ہے۔

(5) مباح:

جسم و گھر بار کی زینت و آرائش پر خرچ کرنے کی نیت سے کمانا مباح ہے جبکہ یہ اُمورِ منکرات اور مقاصدِ مذمومہ سے پاک ہو وگرنہ جائز نہیں ہوگا۔ اگر یہ اُمور نیک مقصد کے لئے ہو، تو یہ مباح سے بڑھ کر مستحب ہوجاتے ہیں۔

(6) مکروہِ تنزیہی:

صرف اپنے لئے کمانا اور دوسروں کو اُس سے فائدہ نہ پہنچانا یہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ حدیث

مبارک میں ایسے شخص کی سخت مذمت کی گئی ہے ،جس کی زندگی کا مقصد و محور صرف اپنی ذات ہو ۔اُسے دوسروں کے مسائل سے کوئی غرض نہ ہو۔قرآنِ مجید میں مسلمان کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ اُنہیں اُس کی کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو۔

(7) اِساءت:

کسبِ مال کے مقصد میں اساءت یہ ہے کہ کوئی شخص نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے کمائے ۔ ہر وقت اپنی جسمانی زینت و آرائش میں خرچ کرنے پر متفکر رہے۔نمود و نمائش کے لئے قیمتی کپڑے وغیرہ پہنے ۔اگرچہ اِن اُمور کے لئے کمانا حرام اور گناہ تک نہ پہنچے تب بھی یہ خلافِ سنت ہے۔ کیونکہ اِسلام سادگی کا درس دیتا ہے۔

(8) مکروہِ تحریمی:

بعض اوقات کمانے کا مقصد کثرتِ مال اور تفاخر ہوتا ہے ۔ دولت ہونے کے باوجود دولت کا حرص اور اُس کے ذریعے لوگوں میں فخر و مباہات کا اظہار اِسلام کی نگاہ میں اِنتہائی ناپسندیدہ ہے۔قرآن مجید میں ایسے شخص کی منظرکشی بہت خوبصورت انداز میں کی گئی ہے کہ انسان مال کی کثرت کی محبت میں گرفتار دنیا میں گم ہوجاتا ہے ،اُسے آخرت کی فکر نہیں ہوتی یہاں تک وہ قبر کا منہ دیکھ لیتا ہے۔

اِسی طرح لباسِ شہرت پہننا بھی مکروہِ تحریمی ہے۔لباسِ شہرت کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں کہ اِس سے مراد وہ لباس ہے،جس میں چمک دمک ہو اور جسے دیکھ کر لوگ پہننے والے پر انگلیاں اُٹھائیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی روشنی میں راقم اُن نعت خواں حضرات اور علماء کو دعوتِ فکر دیتا ہے جو میڈیا پر زرق برق چمکیلے اور رنگین لباس پہن کر آتے ہیں،جنہیں دیکھ کر عجیب گمان ہوتا ہے، عام لوگ اُن کے بارے میں تذبذب کا شکار ہیں،اُن پر انگلیاں اُٹھاتے ہیں۔حدیث مبارک میں لباسِ شہرت پہننے والوں کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شہرت کا لباس پہنا ،اُس کو اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی لباس پہنائے گا یعنی اللہ تعالیٰ اُسے ذِلت کا لباس پہنائے گا اور پھر اُسے

جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا، اَلعیاذُ باللّٰہِ۔

کسی شخص کا بہت زیادہ خسیس و ناقص لباس پہننا بھی مکروہِ تحریمی ہے، خاص طور پر اُن لوگوں کے لئے جو صاحبِ منصب ہیں۔ اس سے اُن کے وقار میں کمی آئے گی۔ فقہ میں ہے کہ دو شہرتوں سے بچو، ایک حد سے زیادہ نفاست اور دوسری حد سے زیادہ رسوائی سے۔ مسلمان ان دونوں کے درمیان میں رہ کر معاملات کرتا ہے۔

(9) حرام:

کسی حرام مقصد کے لئے کمانا بھی حرام ہے۔ مثلاً فلم بینی، شراب نوشی، مرد کا ریشمی لباس پہننے اور بے حیائی کے کاموں میں خرچ کرنے کے لئے کمانا حرام وممنوع ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

پیر سید محمد حسن جان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب

انوار الفقراء فی ترجمة نفحات الفقراء

ترجمہ وتشریح مفتی بسم اللہ شاہ صاحب نعیمی

ملنے کا پتہ: جہانِ حمد پبلی کیشنز اردو بازار کراچی

0300-2831089 0343-2278878